ماہنامہ

خالد

احمدی نوجوانوں کے لئے

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

نومبر 2000ء

افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب ناظم اعلیٰ مکرم فرید احمد نوید صاحب رپورٹ پیش کرتے ہوئے۔

اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی
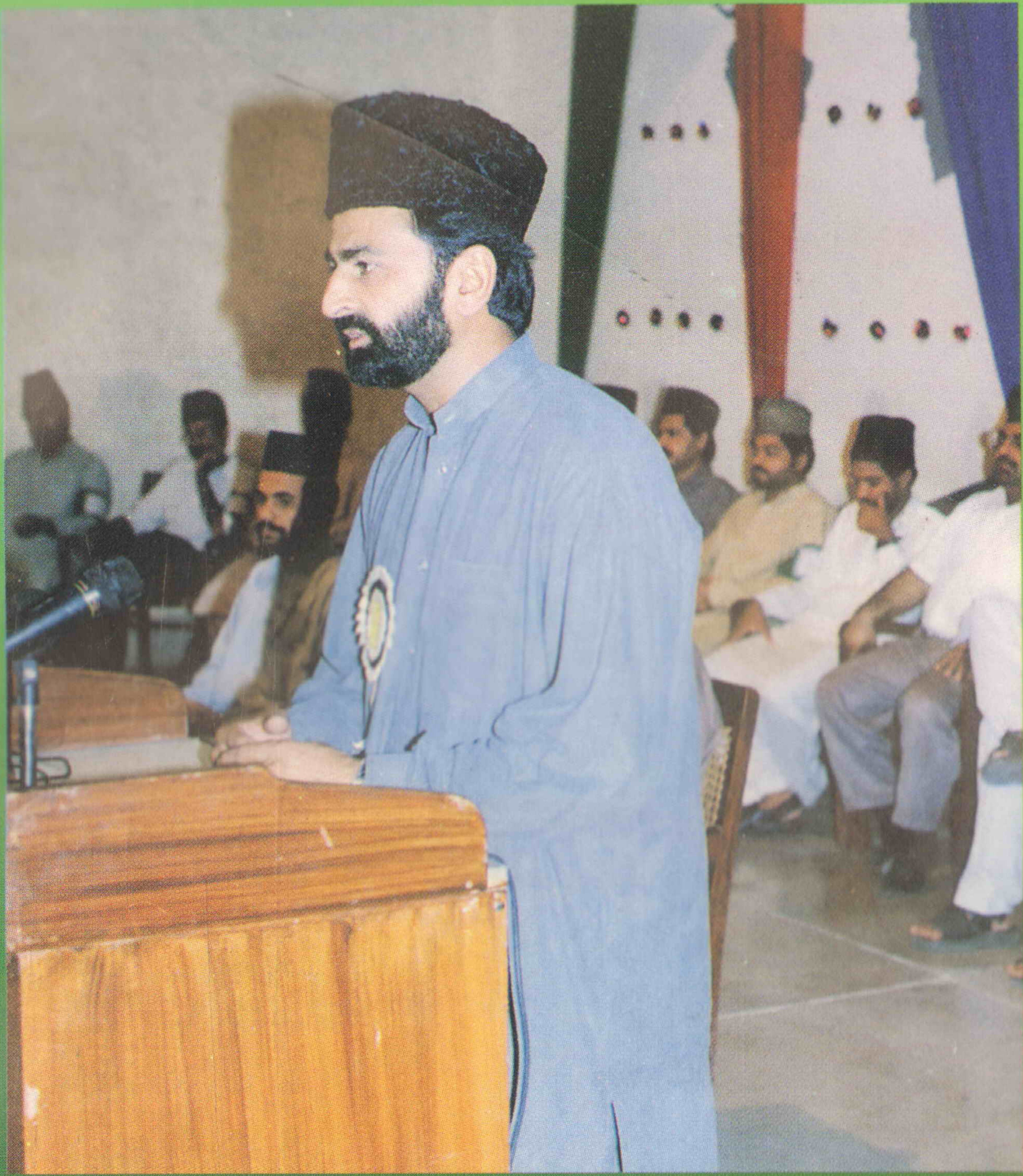
مکرم سید محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان افتتاحی خطاب فرماتے ہوئے

علمی مقابلہ جات کا ایک منظر

9 12/...

﴾صرف احمدی احباب کے لئے﴿

ماہنامہ

خالد

جلد نمبر 47 شمارہ نمبر 6

نومبر 2000ء

مدیر

سید مبشر احمد ایاز

نائبین

فخر الحق شمس۔ اسد اللہ غالب

معاون:۔ منصور احمد نور الدین

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر

پبلشر: قمر احمد محمود۔ مینیجر: سلطان احمد خالد

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اس شمارے میں

☆ ☆ ☆

قیمت 10 روپے۔ سالانہ 100

اداریہ

خدام الاحمدیہ کا نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں

”وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے“

یکم نومبر سے خدام الاحمدیہ کے تنظیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے۔ قائدین اور زعماء کو چاہئے کہ وہ جائزہ لیکر نئے سال کا آغاز کریں کہ گزشتہ سال ان کے کاموں کی رفتار کیسی رہی۔ مرکز سے ملنے والے پروگرام اور ہدایات پر کہاں تک عمل ہو سکا۔ یہ جائزہ لیکر نئے سال کا ایک نئے عزم کے ساتھ آغاز کریں اور حسب سابق MTA سے استفادہ اور دعوت الی اللہ اور خدام کی تعلیم تربیت کے کاموں کو بھرپور طریق پر کرنے کیلئے منصوبہ بندی کریں اور حکمت عمل کے ساتھ اس پر کام کریں۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں اور جماعت کے حق میں خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل اور تائیدی نشان ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم اپنی رفتار کو تیز سے تیز تر کردیں اور اپنے پیارے امام کی طرف نگاہ کریں۔ اس کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر شانہ بشانہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ان سارے کاموں کیلئے دین کی خدمت کیلئے ہمیں اپنی پوری صلاحیتوں اور استعدادوں کو اس راہ میں لگانا ہو گا اور وقت کی قربانی دینی ہوگی۔ چاہئے کہ عام خدام ہوں یا کسی بھی زعیم یا قائد صاحب کی مجلس عاملہ کے ممبران ہوں انہیں اپنے سائق، زعیم، یا قائد یا نگران کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خدمت کیلئے پیش کرنا ہو گا اور یاد رکھیں آج جماعت کیلئے کام کرنے والے اور ان کاموں سے جی چرانے والے آنے والے کل کو ایک نمایاں فرق کے ساتھ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ آج کام نہ کرنے والوں کو کل حسرت اور پچھتاوا ملے گا اور کام کرنے والوں کی نسلیں بھی اپنے آباو اجداد کی ان خدمات پر فخر کریں گی۔ بانی خدام الاحمدیہ حضرت مصلح موعود جماعتی کاموں کی عظمت و اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا“۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۶ء صفحہ ۲۴)

پس جہاں تک بس چلے اپنے کاموں کا حرج کر کے بھی جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تا خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔ ہم بھی اور ہماری آنے والی نسلیں بھی۔

رمضان سلامت..... سارا سال سلامت

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''دوسری حدیث میں ہے رمضان سلامت رہا تو سارا سال سلامت رہا۔ اس حدیث میں جو مومن سے توقع ہے کچھ اس کا بھی بیان ہے کہ وہ مومن جو حقیقت میں رمضان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور کوئی تقاضا توڑتا نہیں اس کے لئے خوش خبری ہے کہ اس کا آئندہ سارا سال سلامتی سے گزرے گا۔ پس پہلی جو احادیث تھیں ان میں ماضی کے تعلق سے خوشخبری دی گئی تھی یعنی پچھلے جو گناہ ہیں وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ گزشتہ کوتاہیاں جو ہوئیں ان سے صرف نظر فرمایا جائے گا۔ اس لئے فکر نہ کرو اگر رمضان نصیب ہو گیا تو جو کچھ پہلے لغزشیں ہوئیں' کوتاہیاں ہوئیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی معاف فرما دے گا۔ اب اس حدیث میں یہ خوش خبری ہے کہ اگر تم صحیح طور پر رمضان کے تقاضے پورے کرو گے تو رمضان کا مہینہ تمہیں بچا لے جائے گا اور تمہارا پورا سال بچا دے گا۔

پس تم نے رمضان کے مہینے میں جو رستہ اختیار کیا ہے وہ پورے سال تک کے لئے رمضان سے طاقت پائے گا اور سیدھا رہے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے ہے جیسے کوئی گولی بندوق کی نالی سے نکلتی ہے اگر چھوٹی نالی ہو تو بہت جلدی وہ رستے سے بھٹک جاتی ہے اور جتنی لمبی نالی ہو اتنی زیادہ دیر تک سیدھی نشانے کی طرف حرکت کرتی ہے۔ پس اسی لئے لمبی نالیوں سے دور کے نشانے لئے جاتے ہیں۔ چھوٹی نالیوں سے نزدیک کے نشانے لئے جاتے ہیں۔ پس تیس دن کا جو خدا تعالیٰ نے رمضان رکھا۔ یہ ایک ایسی نالی ہے جس میں اگر آپ سیدھے رہ کر گزریں اور رمضان کے حقوق ادا کرتے ہوئے گزریں تو سارا سال آپ کو سیدھا رکھے گی یہاں تک کہ اگلا رمضان آجائے گا اور پھر اگلے رمضان میں ایک اور نالی میں پھر دوبارہ داخل ہوں گے پھر آپ کو سیدھا کیا جائے گا' آپ کی کجیاں صاف کی جائیں گی۔ تو ساری زندگی بچتی ہے اصل میں۔ ایک رمضان کو آپ سلامتی سے گزار لیں تو گویا اگلا سال سلامتی سے گزر گیا اور جب ہر دو رمضان کے درمیان سال سلامتی سے گزرے تو دوسرے معنوں میں ساری زندگی سلامتی سے گزر جائے گی''۔

چاند دیکھنے کی دعا

''ایک ترمذی کتاب الدعوات باب مایقول عندرویہ الھلال میں مذکور حدیث ہے۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا کرتے۔ اے میرے خدا یہ چاند امن و امان اور صحت و سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔ یہ جو دعا ہے اس سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی وسیع تر نظر کی طرف خیال متوجہ ہوتا ہے ۔ رمضان کا مہینہ بہت برکتوں والا ہے لیکن رمضان کا چاند جو امن کا پیغام لاتا ہے' جو نیکی کا پیغام لاتا ہے آپ یہ دعا نہیں کرتے کہ اس مہینے کا چاند روزانہ ایسا نکلے۔ آپ فرماتے ہیں اے خدا ہمارا سارا سال ایسا ہو جائے کہ وہ برکتیں جو اس چاند کے ساتھ وابستہ ہیں' وہ امن جو اس چاند کے ساتھ وابستہ ہے' وہ ہمارے ہر روز کے چاند کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔ امن اور صحت اور سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی چاند کے ساتھ کوئی ذاتی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرمودات' بعض اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا نشان بنتا ہے تو اچھا لگتا ہے اس کے بغیر اس سے ہمارا ۔۔۔

ذاتی تعلق کوئی نہیں ہے۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے تو خیر و برکت اور رشد و بھلائی کا چاند بن۔ اس کی عربی یاد کرنا تو مشکل ہوگا لیکن اردو الفاظ یاد رکھیں۔ میں ایک دفعہ پھر دہراتا ہوں۔ جب نیا چاند نکلتا تو آنحضور ﷺ اپنے رب کے حضور یہ دعا عرض کرتے

اے میرے خدا یہ چاند امن و امان اور صحت و سلامتی کے ساتھ ہر روز نکلے۔ اے چاند میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے تو خیر و برکت اور رشد و بھلائی کا چاند بن"۔

آخری۔ دعا

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخر پر جس دعا کی طرف توجہ دلاتے ہیں اب اتنا سا وقت رہ گیا ہے کہ میں یہ دعا پڑھ کر اس خطبے کو ختم کروں گا۔ آپ فرماتے ہیں:

"پس میرے نزدیک خوب ہے کہ انسان دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ' یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔"

اس لئے روزے میں حائل ہونے والی بیماریوں کا علاج بھی یہ دعا ہے جو اس مہینے میں کثرت سے کرنی چاہئے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھے تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور (بہادر) ثابت کر دے"۔

"جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا"۔

رمضان نے گزر ہی جانا ہے لیکن

"اس رمضان نے گزرنا ہے مگر ایک بات یاد رکھیں کہ آپ کی اور میری ہم سب کی زندگیوں نے بھی گزر جانا ہے۔ سب سے بڑی غفلت موت کے دن کو بھلانے سے ہے۔ رمضان کو تو آپ وداع کہہ دیں گے۔ مگر یاد رکھیں آپ کی جانیں' آپ کی روحیں بھی ایک دن آپ کو وداع کہیں گی۔ اس وقت ایسے حال میں وداع نہ کہیں کہ حسرت سے آپ ان روحوں کو واپس پکڑنے کی کوشش کریں کہ چلو واپس چلتے ہیں۔ اس دنیا میں دوبارہ گزارتے ہیں' نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ آخری دن آئیں کہ فی الرفیق الاعلیٰ آوازیں بلند ہو رہی ہوں۔ یہ پیغام ہے جو آنحضرت ﷺ کا پیغام ہے جو میں آپ تک پہنچا رہا ہوں۔ اکثر لوگ بھول جاتے ہیں مرنے کو حالانکہ سب سے زیادہ یقینی چیز مرنا ہے۔ جتنے ہم ہیں' سب کے سب نے ضرور مرنا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا بستر پر پڑے ہوں گے یا قتل ہوں گے یا اور ڈوبیں گے' جو بھی صورت ہوگی خدا کے نزدیک لازماً ہم نے مرنا ہے۔ اس لئے زندگی کے چند دن عیش' چند دن کی طغیانیاں' چند دن کی خدا تعالیٰ کی نافرمانیاں' یہ کب تک چلیں گی۔ جب مریں گے تو ضرور حسرت سے مریں گے اور دوبارہ یہ زندگی چاہیں گے۔ مگر یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔ یہی زندگی ہے جس کو اگر آپ لیلتہ

بقیہ صفحہ 6 پر

اعتکاف

فخر کائنات سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کی ایک جھلک

رمضان کے آخری عشرہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں "اعتکاف" کی عبادت کا آغاز ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کیسے اعتکاف بیٹھتے' اس کی ایک جھلک حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں بیان فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اب مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۶۷ مطبوعہ بیروت کی ایک حدیث جو حضرت ابن عمرؓ ہی سے مروی ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ رمضان میں جو اعتکاف ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کیسے اعتکاف بیٹھتے تھے وہ کون سی دنیا تھی جس میں ڈوبا کرتے تھے۔ رمضان میں جب تیزی آتی تھی' اجود ہو جاتے تھے وہ کیا قصہ تھا۔ یہاں ایک جھلکی ہمیں نظر آتی ہے اس بناء پر کہ بعض لوگ اعتکاف میں ذرا اونچی تلاوت کرتے تھے۔ ان کا اونچی تلاوت کرنا ہم پر ہمیشہ کیلئے احسان ہو گیا کیونکہ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے دل کا حال' اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ یہ وہ باتیں تھیں جو رسول اللہ ﷺ شاید از خود اپنے متعلق نہ بیان کرتے۔ مگر ان لوگوں نے مسجد میں جو تھوڑا سا ایک قسم کا ہلکا سا شور یعنی وہ بھی شور ایسا جو تلاوت کا شور ہے' وہ بلند کیا' تو رسول اللہ ﷺ کے اس تخلیہ میں مخل ہو گئے جو آپ کا اور اللہ کا تخلیہ تھا۔ اس لئے مجھے یہ حدیث بہت پیاری لگتی ہے کیونکہ ان لوگوں کی تلاوت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت فرمائی اور اب بھی ہماری (بیوت الذکر) میں شاید اس کی ضرورت پیش آئے۔ مگر اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خلوت کا ایک منظر' ایک جھلکی ہم نے اس حدیث میں دیکھ لی۔

رسول اللہ ﷺ نے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔ آپ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنا دیا گیا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ رمضان کے دنوں میں (بیت الذکر) کی Capacity کو آپ لوگ جب جانچتے ہیں اور مجھے لکھتے ہیں کہ اس میں اتنے آدمیوں کی Capacity ہے تو اتنوں کو اعتکاف میں بیٹھنے دیا جائے۔ یہ Capacity کا معیار درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حجرہ ایسا تھا کہ وہاں باقاعدہ ایک خیمہ سا بنایا گیا یعنی ایک جھونپڑی سی بنائی گئی اور اردگرد کافی دور تک دوسرے لوگ نہیں تھے۔ ان کی عام عبادتیں رسول اللہ ﷺ کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے تخلیہ کی حالت ان پر ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ تو وہ مسجد نبوی چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے اصل اعتکاف کا حق بڑی (بیت الذکر) میں ادا ہوتا ہے۔ ایسی (بیت) میں جہاں چند عبادت کرنے والے ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں' ایک دوسرے کے معاملات میں مخل نہ ہوں اور اصل عبادت کا تو وہی مزہ ہے جو ایسے اعتکاف میں کی جائے مگر ہمارے ہاں بھرنے پر زور ہے۔ اس لئے اس دفعہ خواتین میں خصوصیت سے جن خواتین کے متعلق کسی حکمت کی وجہ سے ہم نے سمجھا کہ ان کو یہاں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ (بیت) میں گنجائش ہونے کے باوجود ان کو جگہ نہیں دی گئی۔ یہ عین سنت نبوی کے مطابق ہے۔ کہ یہ نہیں تھا کہ اگر صحابہ چاہتے تو ساری مسجد معتکفین سے بھر سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اجازت کا کیا نظام جاری تھا مگر کچھ نہ کچھ ضرور نظام جاری ہوگا جس کے تابع بعض لوگوں کو توفیق ملتی تھی اور بعضوں کو نہیں ملتی تھی۔ کھجوروں کا ایک حجرہ سا بنایا گیا' ایک جھونپڑی بنائی گئی۔ ایک رات ایسی آئی آپ نے باہر

جھانکتے ہوئے فرمایا نمازی اپنے رب سے رازونیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ قرات بالجہر اس طرح نہ کیا کرو کہ گویا دوسرے بھی سن سکیں۔ تو یہ فرض ہے ہر حجرے والے کا جو اعتکاف بیٹھتا ہے کہ اس کے اندر کی آوازیں باہر نہ جائیں یہاں تک کہ تلاوت بھی باہر نہ جائے۔ حالانکہ تلاوت تو کسی عبادت کرنے والے کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ عبادت اور تلاوت درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی آواز میں تلاوت کی آواز بھی باہر نہ جائے کہ دوسرے معتکفین کی راہ میں حائل ہو۔ کیوں ایسا فرمایا۔ ایک راوی بیاضی ہیں جن سے مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت مروی ہے اور بیاضی بیاضہ بن عامر کی طرف نسبت تھی، ان کا اصل نام عبداللہ بن جابر تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی روایت ہے کہ اپنے حجرہ سے باہر دوسروں کی طرف نکل کے آئے یعنی چل کر باہر گئے ہیں۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ فاصلہ ہے بیچ میں۔ جو نماز ادا کر رہے تھے ان کی قرات کی آوازیں بلند تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نمازی تو اپنے رب ذوالجلال سے رازونیاز میں مگن ہوتا ہے۔

اب یہ رازونیاز کی راتیں تھیں جو رسول اللہ ﷺ گزارا کرتے تھے اور اس رازونیاز کا لطف کیا تھا؟ یہ بھی اگلی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ حدیثیں غلطی سے یہاں ساتھ نہیں رہیں لیکن زبانی میرے ذہن میں جو مضمون ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو اپنے رب سے رازونیاز کیا کرتے تھے تو دنیا کے سارے دوسرے پردے اٹھ جایا کرتے تھے اور آپ ایسے غرق ہوتے تھے ذکر الٰہی میں اور اس سے ایسی لذت پاتے تھے کہ اس لذت کا بیان ممکن نہیں ہے۔ وہ حدیثیں اس وقت یہاں نہیں ہیں جو میرے ذہن میں ہیں جن کی وجہ سے میں بتا رہا تھا کہ یہ جو فرمایا کہ ایک شخص رازونیاز میں مصروف ہے۔ اس کے رازونیاز میں حائل نہ ہو۔ وہ رازونیاز ایسا تھا کہ اس کے لطف کا کوئی بیان ممکن نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اللہ کے ذکر میں اتنا زیادہ مزہ آتا تھا کہ اس مزے کی کیفیت دوسرے الفاظ میں بیان ہو نہیں سکتی۔ عام انسان جب ذکر الٰہی میں لذت پاتا ہے تو بعض دفعہ خود اپنی کیفیت کو دوسرے کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ سے عشق اور محبت میں جو خلا میسر آیا کرتا تھا وہ کیفیت جیسا کہ میں نے پہلے عرض کر دیا تھا ناممکن ہے کہ میں بیان کر سکوں۔ کوئی انسان اسے بیان نہیں کر سکتا۔ ان کیفیات پر رسول اللہ ﷺ کی بعض اور حدیثیں روشنی ڈالتی ہیں مگر اتنا بہرحال یقینی ہے کہ رمضان کی راتوں کے اواخر اور آخری عشرہ میں معتکفین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کا خیال رکھیں کیونکہ وہ جس بات میں مخل ہونگے وہ اللہ اور بندے کے رازونیاز کی باتیں ہیں اور ایسی رازونیاز کی باتیں ہیں جن کو وہ خود نہیں کھولنا چاہتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۱۹۹۸ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳ مارچ ۹۸ء)

بقیہ از صفحہ 4

القدر سے روشن کرلیں تو یہ زندگی پھر اس دنیا میں ہی نہیں اس دنیا میں بھی ساتھ دے گی۔ اس دنیا میں جس رفیق کو آپ پائیں گے، وہ آپ کو چھوڑے گا نہیں، مرتے وقت اس کے اور قریب ہوں گے، اس سے دور نہیں ہٹیں گے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ رمضان مبارک کے اس پیغام کو آپ بشدت بڑے غور کے ساتھ اپنی زندگیوں میں جاری کرنے کی کوشش کریں گے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ جنوری ۹۸ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳ مارچ ۹۸ء)

خلافت ـــ ایک نعمت

نعمت تو کوئی بھی ہو اس کی قدر کرنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ مثلاً جیسے انسان کو اللہ تعالیٰ نے ہاتھ اور پاؤں دیئے۔ یہ بھی تو ایک نعمت ہے۔ اس کا احسان ہے۔ لیکن فرض کریں کہ اگر کسی انسان کا ہاتھ نہ بھی ہو تو گزارہ ہو سکتا ہے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے جیسے زندگی کیلئے سانس، جسم کے لئے روح یہی جسم لے لیں، اگر سر ہی نہ ہو تو جسم کس کام کا۔ کتنا ڈراؤنا ڈراونا اور بھیانک سا جسم لگے گا۔ تو اللہ کا ایک احسان اور بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے انسان کو جسم دیا اور ایک خوبصورت مکمل جسم دیا۔

اس طرح قوموں کی زندگی میں خلافت کو بھی وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں روح اور قالب کا یا جسم اور سر کا ہے۔

ہم خوش نصیب ہیں کہ خدا نے ہمیں ''خلافت احمدیہ'' جیسی نعمت دے کر ایک اتنی بڑی نعمت دی کہ جس کو پانے کیلئے لوگ حسرتیں لیکر قبروں میں اتر گئے۔ قومیں اس کی راہ تکتے گزر گئیں۔ صدیوں سورج اور چاند ستارے غروب ہوتے رہے لیکن اس وجود کو دیکھنے سے محروم جاتے رہے اور اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ہمیں وہ نعمت نصیب ہوئی۔

اب ہمارا فرض ہے کہ ہم جی جان سے اس نعمت کی قدر کریں۔ حفاظت کریں نہ صرف اپنے قول سے بلکہ اپنے فعل سے، خلافت کے اس چمنستان کو اپنے دل کے خون سے رشک بہار کریں۔

دیکھیں چلتے چلتے میں ایک بات آپ کو بتا تا چلوں جو ایک چھوٹی سی بات ہوگی اس نعمت کے بارے میں۔ خلیفہ وقت کا وجود ہمارے لئے ایسا وجود ہے کہ جیسا ایک چھوٹے سے بچے کیلئے مہربان اور فہیم اور دانا ماں کا وجود۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہم سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ ہمارے لئے جاگ رہا ہوتا ہے۔ اس کو ہمارے دکھوں کا درد ہوتا ہے۔ ایسا درد کہ اور کسی کو کیا ہوگا۔ ہمارا فکر اور ہمارا غم اس کو کھائے جا رہا ہوتا ہے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اسی تعلق کو ایک بہت ہی خوبصورت نظم میں بیان کیا تھا جس کا ایک شعر یوں تھا۔

قوم احمد جاگ تو بھی، جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

یہ تعلق ہوتا ہے خلیفہ وقت کو اپنی جماعت سے اسی پیار اور محبت کے ایک عجیب سے تعلق کو بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفہ المسیح الثانی بیان فرماتے ہیں:۔

''تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے... تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے''

(''برکات خلافت'' بحوالہ انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

''مجھے تمہارے لئے ایسا دل دیا گیا ہے جو تمہارے درد تمہاری مصیبت اور تمہاری تکلیف کو تم سے زیادہ محسوس کرتا ہے اور خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسا انسان دیا ہے جو ہر وقت تمہارے کاموں میں تمہارا ہاتھ بٹانے کیلئے تیار ہے اور بلا کسی اجر اور امید کے صرف خدا کے لئے دن رات تمہاری بہتری اور بھلائی میں صرف کرتا ہے خدا تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے عجز اور نیاز سے دعائیں کرتا ہے........

(''جماعت احمدیہ کے فرائض اس کی ذمہ داریاں'' بحوالہ انوار العلوم جلد ۳ صفحہ ۴۶۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت سے کبھی محروم نہ کرے۔ آمین

ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز دار

میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جس کو تونے کردیا ہے قوم و دیں کا افتخار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

ہے سرِ رہ پر مرے وہ خود کھڑا مولیٰ کریم
بس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

انڈونیشیا

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا درج ذیل منظوم کلام جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے ۵۷ ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ کی بابرکت موجودگی میں پڑھا گیا۔

اے عظیم ۔ انڈونیشیا
جایا لہ ۔ انڈونیشیا

تجھ میں جو چشم ہائے تر رَحمت علی سے بہرہ وَر
آج بھی ہیں اُن میں سے کئی نرگسی خصال ' دیدہ وَر
جن کو نور کر گیا عطاء وہ خدا کا بے ریا بشر
وہ فقیر جس کی آنکھ میں نورِ مصطفیٰؐ تھا جلوہ گر

اے عظیم ۔ انڈونیشیا
جایا لہ ۔ انڈونیشیا

ابراہیم وقت کا سفیر تھا جسے تسلّط آگ پر
وہ غلام اُس کے در کا تھا جس کی آگ تھی غلام دَر
بے شمار گھر جلا کے جب پہنچی شعلہ زَن وہ اُس کے گھر
سرد پڑگئی اور ہوگئی ڈھیر آپ ' اپنی راکھ پر

اے عظیم ۔ انڈونیشیا
جایا لہ ۔ انڈونیشیا

تیری سرزمین کی خاک سے مثلِ آدم اولیاء اُٹھے
پھر انہی کی خاکِ پاک سے بے شمار باخدا اُٹھے

اُن کی سرمدی قبور سے آج بھی یہی نِدا اُٹھے
کاش تیری مٹی سے مدام جو اُٹھے وہ پارسا اُٹھے

اے عظیم۔ انڈونیشیا
جایالہ۔ انڈونیشیا

کتنا خوش نصیب ہوں کہ مَیں تجھ سے ہو رہا ہوں ہمکلام
اِک غلام خیرالانبیاء کا غلام در غلام در غلام
تحفۂ خلوص لایا ہوں تجھ پہ بھیجتا ہوا سلام
نفرتوں کا مَیں نہیں نقیب صلح و آشتی کا ہوں پیام

اے عظیم۔ انڈونیشیا
جایالہ۔ انڈونیشیا

تیرا سر ہے تاجدارِ حُسن خاکِ پا ہے سبزہ زارِ حُسن
ہر حَسین کوہسار سے پھوٹتی ہے آبشار حُسن
جس سے وادیوں میں ہر طرف بہ رہی ہے رُود بارِ حُسن
ہر گھڑی ہوں تجھ پہ گُل نثار سبز پوش اے نگارِ حُسن

اے عظیم۔ انڈونیشیا
جایالہ۔ انڈونیشیا

سیرت حضرت مصلح موعود

اے فضلِ عمر تُجھ کو جہاں یاد کرے گا

وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا

(مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب۔ سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

پیشگوئی مصلح موعود میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بارہ میں الہامی الفاظ کہ:۔

''وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا''

سے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔

سیدنا مصلح موعود کی شخصیت کا ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہونا ایک مسلم امر ہے۔ اسی طرح اپنے مقام کے اعتبار سے منفرد ہونے کا اعزاز بھی آپ کے عظیم الشان مقام کا عکاس ہے۔ آپ نے اپنے اس مقام کو نہایت پرشکوہ انداز میں کھول کر بیان بھی فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''میں اس لئے ہی خلیفہ نہیں ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے دوسرے دن جماعت احمدیہ کے لوگوں نے جمع ہو کر میری خلافت پر اتفاق کیا بلکہ اس لئے بھی خلیفہ ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّل کی خلافت سے بھی پہلے حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ کے الہام سے فرمایا تھا کہ میں خلیفہ ہونگا۔ پس میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں۔ میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے اس کی خبر دی تھی گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے۔''(۱)

ایسے عظیم الشان انسان کی عظمت و رفعت کا ذکر تو قیامت تک چلتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اور جو شخص بھی آپ کے غیر معمولی مقام کے کسی پہلو کو بھی بیان کرے گا تو یہ امر اس کے لئے باعث سعادت رہے گا۔ اور یہ سعادت ایک موقع پر پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے (سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور و پروفیسر شعبہ نفسیات پنجاب یونیورسٹی) کے حصہ میں بھی آئی۔ 1912ء میں سیدنا مصلح موعود سفر حج سے جب واپس تشریف لائے تو امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کرنے والوں میں محترم قاضی صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نے حضور کی اس وقت نوعمری کی شخصیت کا جو نقشہ کھینچا وہ بلاشبہ آپ کے صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہونے کا عکاس ہے۔

محترم قاضی صاحب اس واقعہ کا ذکر کچھ اس طرح فرماتے تھے۔

''1912ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فریضہ حج ادا کر کے واپس تشریف لائے تو امرتسر کے اسٹیشن پر امرتسر کی جماعت نے آپ کا استقبال کیا۔ یہ میرا پہلا نظارہ ہے جو میں نے آپ کی شخصیت کا کیا۔ پس وہ دن اور یہ دن ایک مستقل یاد رکھے ہوئے ہوں۔ اس وقت میری عجیب کیفیت تھی۔

کاش میں بیان کرسکتا' میں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت آدمی ہے جو ہمارا ابزرگ ہے' لیڈر ہے' قابل احترام ہے اور عظیم انسان بننے والا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو دیکھ کر آپ کے بوڑھے اور جوان ہونے کا فرق محسوس نہیں ہوتا تھا۔ 1924ء میں حضور ولایت تشریف لے گئے تو وہاں ایک اخبار نے لکھا کہ امام جماعت احمدیہ جوان آدمی ہیں وہ پڑھ کر احساس ہوا کہ ہمارے حضرت صاحب جوان ہیں! قدرت نے جوان عمر میں ایک رعب عطا کیا ہوا تھا۔ جس میں حضور کی جوانی چھپی رہتی۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی لیکن اس پر سنجیدگی غالب تھی۔ سر پر سفید پٹکا باندھے ہوئے تھے۔ پاؤں میں پمپ شو قسم کی کالی چمکدار گرگابی پہنی ہوئی تھی۔ آپ کا چہرہ' لباس۔ غرضیکہ آپ کا مجموعی تشخص بہت دلکش تھا آپ کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اس لئے کہ ہمارے امام یعنی بانی جماعت کے بیٹے ہیں اور اپنے باپ کی طرح خوبصورت اور دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ یہ احساس آخر وقت تک قائم رہا حضور گاڑی سے اترے احباب سے مصافحہ کیا اور بے تکلفی سے احباب سے باتیں کرتے رہے۔''(۲)

سیدنا مصلح موعود نے پیشگوئیوں کے رنگ میں جو پرشوکت خطابات فرمائے آنے والے زمانے نے گواہی دی کہ واقعی یہ دعاوی ایک صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت کا کلام تھا جو اپنے وقت پر پورا ہوتا چلا گیا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کی راہِ مستقیم میں روک نہ بن سکی۔ انہی خطابات میں ایک موقع پر آپ نے بالخصوص اہل لاہور کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا:۔

''اے اہل لاہور! میں تم کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ میں تمہیں اس ازلی ابدی خدا کی طرف بلاتا ہوں جس نے تم سب کو پیدا کیا۔ تم مت سمجھو کہ اس وقت میں بول رہا ہوں۔ اس وقت میں نہیں بول رہا بلکہ خدا میری زبان سے بول رہا ہے۔ میرے سامنے دین (حق) کے خلاف جو شخص بھی اپنی آواز بلند کرے گا۔ اس کی آواز کو دبا دیا جائے گا۔ جو شخص میرے مقابلہ میں کھڑا ہو گا وہ ذلیل کیا

جائے گا اور رسوا کیا جائے گا وہ تباہ و برباد کیا جائے گا مگر خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ (دین حق) کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کر دے گا۔ میں ایک انسان ہوں، میں آج بھی مر سکتا ہوں اور کل بھی مر سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں اس مقصد میں ناکام رہوں جس کے لئے خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ میں ابھی سترہ اٹھارہ سال کا ہی تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اے محمود میں اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً جو تیرے متبع ہوں گے وہ قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رہیں گے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو اس نے میرے ساتھ کیا۔ میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے بے شک دو دن بھی زندہ نہ رہوں مگر یہ وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا جو خدا نے میرے ساتھ کیا کہ وہ میرے ذریعہ سے اشاعت (دین حق) کی ایک مستحکم بنیاد قائم کرے گا اور میرے ماننے والے قیامت تک میرے منکرین پر غالب رہیں گے۔'' (۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اشاعت (دین حق) کی ایک مستحکم بنیاد سیدنا حضرت مصلح موعود کے دورِ خلافت میں قائم فرما دی۔ آج اسی بنیاد پر اکناف عالم میں نہایت عظیم الشان انداز میں اشاعت (دین حق) کا کام جاری ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود میں صاحب دولت کے الفاظ دینی اور دنیوی ہر دو لحاظ سے عملی رنگ میں حضور کی بابرکت ذات میں مجتمع رہے۔ لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم کرنا ہوگا کہ فی الحقیقت ایک (صاحب ایمان) کے لئے سب سے بڑی دولت کیا ہے۔ چنانچہ سیدنا مصلح موعود فرماتے ہیں۔

''قرآن سب سے بڑی دولت ہے اور کوئی سچا (صاحب ایمان) یہ کس طرح پسند کر سکتا ہے کہ اس کا گھر اس دولت سے خالی ہو۔'' (۴)

پس حضور قرآن کریم جیسی سب سے بڑی دولت کے فیضان سے سرفراز کئے گئے تھے۔ آپ کو قرآن کریم کے ایسے ایسے معارف عطاء کئے گئے جس سے آپ کے صاحب دولت ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔

آپ فرماتے ہیں۔

''قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں۔'' (۵)

نیز فرمایا:۔

''مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف عطاء کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس قرآن سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ

میں نئے بیان کروں گا''(۶)

دہلی کے جلسہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کے اعلان کے بعد معارف قرآنیہ سے متعلق اپنے چیلنج کو دہراتے ہوئے فرمایا:۔

''اب میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بے شک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں۔ مگر دنیا تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔''

پھر وہ وقت بھی جلد آیا جب دنیا نے تسلیم کیا کہ سیدنا مصلح موعود کی تفسیر قرآن ہی حقیقی (دین حق) کو پیش کرتی ہے۔ چنانچہ سید جعفر حسین صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی حیدر آباد دکن جنہوں نے قرآن کریم کی متعدد تفاسیر مطالعہ کیں تھیں ان کے ''بعد تفسیر کبیر'' کا مطالعہ کیا تو آپ کے اندر ایک نیا نور پیدا ہوا اور انہوں نے یوں سمجھا کہ انہوں نے اپنے مقصد زندگی کو پالیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

''میں نے ''تفسیر کبیر'' کا مطالعہ شروع کیا...... تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ تفسیر کبیر پڑھ کر میں اسلام سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔''(۷)

بالآخر آپ کے پاس غیر معمولی قرآنی دولت کے سب قائل ہوئے۔ مخالفین احمدیت میں مولوی ظفر علی خان کا نام ایک دور میں سرفہرست رہا ہے۔ یہی مولوی ایک موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعود کے علم قرآن میں برتری کے اظہار پر مجبور ہو کر کہتے ہیں۔

''کان کھول کر سنو۔ تم اور تمہارے لگے بندے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے............ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔''(۸)

صاحب دولت ہونے کے ناطے سے آپ قرآنی دولت کو ہر رنگ میں ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے عظیم الشان بنیادیں قائم فرمادیں آپ کی نہایت مبارک خلافت میں قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کا جو کام ہوا وہ بھی آپ کے صاحب شکوہ اور عظمت ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

انگریزی، ڈچ، جرمن، سواحیلی، ہسپانوی، پرتگالی، اطالوی، روسی، فرانسیسی، انڈونیشین اور ملائی وغیرہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم مکمل ہو کر بہت سی زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

اسی طرح آپ کے دورِ خلافت میں دنیا بھر میں تبلیغی مراکز کا قیام آپ کی عظمت پر ایک اور گواہ ہے۔

1914ء میں بیرون از برصغیر صرف ایک تبلیغی مرکز تھا جو انگلستان میں قائم ہوا تھا۔ حضور کے دور خلافت میں دنیا کے اہم ممالک میں تبلیغی مراکز کا جال بچھا دیا گیا۔ جن میں جرمنی،

ہالینڈ' سوئٹزرلینڈ' سپین' شمالی امریکہ' گیمبیا' انڈونیشیا' سنگاپور' نائیجیریا' غانا' سیرالیون' لائبیریا' آئیوری کوسٹ' کینیا' یوگینڈا' جنوبی افریقہ' ماریشس' فجی' شام' مصر' ایران اور جاپان وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے مبارک دور میں بیرون از برِصغیر بہت سے ممالک میں سینکڑوں (بیوت الذکر) تعمیر ہوئیں جنہوں نے آنے والے دور میں تعمیر ہونے والی ہزاروں (بیوت الذکر) کے لئے سنگ میل کا کام دیا۔ اس عظیم صاحب دولت کے دور میں 1923ء میں جرمنی میں (بیت الذکر) کے لئے اس زمانہ میں ایک لاکھ روپیہ فراہم کیا گیا (جو آج کا اندازاً پانچ کروڑ روپیہ بنتا ہے) مولوی ظفر علی خان نے باوجود شدید مخالفت کے سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھا۔

''یہ تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں۔''(۹)

لاہور کے ہفت روزہ شیعہ اخبار ''رضا کار'' نے یکم مئی 1960ء کی اشاعت میں روزنامہ نوائے وقت سے اس کے نمائندہ حفیظ ملک کا مراسلہ زیرِ عنوان ''افریقہ میں تبلیغ اسلام'' نقل کر کے لکھا۔

''محترم حفیظ ملک صاحب نے اپنے مراسلہ میں احمدی مبلغین اور عیسائی مشنریوں کی افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے اور اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ احمدی مبلغین کس طرح عیسائی مشنریوں کا سرتوڑ مقابلہ کر کے لاکھوں افریقیوں کو احمدی بنا رہے ہیں۔ اختلاف عقائد کے باوجود حفیظ ملک نے احمدی مبلغین کی تبلیغی کوششوں کو سراہا ہے اور انہیں خراج تحسین ادا کیا ہے۔''

☆......**شدھی تحریک کے استیصال میں سیدنا حضرت مصلح موعود کا کردار** آپ کے صاحب شکوہ او رعظمت اور دولت ہونے کا بین ثبوت ہے۔

مارچ 1923ء میں آریہ سماجی راہنما شدھی تحریک میں اپنی بظاہر فتح پر بہت مسرور تھے۔ اسلام کا دشمن شردھانند نہایت تکبر سے یہ خبریں دے رہا تھا کہ:۔

''نواحِ آگرہ میں راجپوتوں کو تیز رفتاری سے شدھ کیا جا رہا ہے اور اب تک چالیس ہزار تین سو راجپوت ملکانے' گوجر اور جاٹ ہندو ہو چکے ہیں.....

......ایسے لوگ ہندوستان کے ہر حصے میں ملتے ہیں یہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہیں اور اگر ہندو سماج ان کو اپنے اندر جذب کرنے کا کام جاری رکھے تو مجھے تعجب نہ ہوگا کہ ان کی تعداد ایک کروڑ تک ثابت ہو جائے۔''(۱۰)

ان حالات میں وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت اس عزم و ہمت کے ساتھ میدان میں اترے کہ رہتی دنیا تک دین مصطفویؐ کے دفاع

کے باب میں ایک زندہ جاوید مثال قائم کردی۔

اس موقع پر آپ کے آہنی اور پرشکوہ عزم کا کچھ اندازہ حضرت شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ کی اس روایت سے کیا جاسکتا ہے۔

حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں:۔

''1923ء کی مجلس مشاورت میں خاکسار موجود تھا۔ حضور نے شدھی کے متعلق تقریر کی اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اگر آریہ قوم اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر شدھی کو کامیاب کرنا چاہتی ہے تو میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میری کل جائیداد کی قیمت کا اندازہ دو کروڑ روپیہ کے قریب ہوگا میری جماعت یہ سب املاک و جائیداد اس تحریک شدھی کے خلاف قربانی کرنے سے گریز نہیں کرے گی۔''(۱۱)

چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی پرشکوہ قیادت میں شدھی کی تحریک کے استیصال کے معرکہ کا آغاز اس طرح ہوا کہ ایک موقع پر احمدی مبلغین کی موجودگی میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد نے شدھی تحریک کے علاقہ میں جاکر بچشم خود جو حالات دیکھے اس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

''یہ ایک عظیم الشان جنگ تھی جس کا محاذ قریباً ایک سو میل کی وسعت پر پھیلا ہوا تھا۔ اور اس وسیع محاذ پر (دین حق) اور کفر کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل پر تحت یا تختہ کے عزم کے ساتھ ڈیرہ جمائے پڑی تھیں۔''(۱۲)

اس جنگ میں صاحبِ شکوہ وعظمت مصلح موعود کی قیادت میں مجاہدین احمدیت کے ہاتھوں شدھی تحریک کو جس عبرتناک ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اس کا اقرار خود ہندوؤں اور سکھوں دونوں کی طرف سے برملا کیا گیا۔ چنانچہ ہندو اخبار پرتاپ لاہور نے لکھا۔

''مشکل یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہم وطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے کہ اس کے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحہ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔ وہ خطرہ ہے تنظیم و تبلیغ کا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اس تیزی سے ہو رہا ہے کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ ان کی تعداد سال بہ سال کم ہو رہی ہے اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا تو ایک وقت ایسا آسکتا ہے جب کہ آریہ دھرم کا کوئی نام لیوا نہ رہے۔''(۱۳)

مکرم شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور کا بیان 24 جون 1923ء کے اخبار زمیندار میں کچھ اس طرح چھپا۔

''جو حالات فتنہ ارتداد کے متعلق بذریعہ اخبارات علم میں آچکے ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ ...... جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار اور کمر بستگی نیک نیتی اور توکل الی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانے میں بے مثال

نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت کر کے دکھادی۔''

اخبار ''مشرق'' گورکھپور نے لکھا۔

''جماعت احمدیہ نے خصوصیت کے ساتھ آریہ خیالات پر بہت بڑی ضرب لگائی ہے اور جماعت احمدیہ جس ایثار اور درد سے تبلیغ و اشاعت اسلام کی کوشش کرتی ہے وہ اس زمانے میں دوسری جماعتوں میں نظر نہیں آتی۔'' (۱۴)

حضور کے صاحب شکوہ و عظمت ہونے کی ایک جھلک برصغیر کے نہایت معروف فرد خواجہ حسن نظامی جنہیں فن تحریر سے کسی شخصیت کی تصویر کشی کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود کی صاحب شکوہ و عظمت شخصیت کو کچھ اس طرح احاطہ تحریر میں لاتے ہیں۔

''دراز قد' دوراندیش' گندمی رنگ' بڑی بڑی آنکھیں' عمر چالیس سے زیادہ' ذات مغل' پیشہ امامت اور مسیح موعود کی خلافت اور تقریر و تحریر کے ذریعہ قادیانی جماعت کی پیشوائی۔ پنجاب کے قصبہ قادیان میں رہتے ہیں۔ ان کے والد نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی ہیں اور ہری کرشن بھی ہیں۔ اب یہ اپنے والد کے قائمقام اور خلیفہ ہیں۔ آواز بلند اور مضبوط ہے عقل دوراندیش اور ہمہ گیر ہے۔ کئی بیویوں کے شوہر اور کئی بچوں کے باپ اور کثیر التعداد انسانوں کے رہنما ہیں۔ اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل اور فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔'' (۱۵)

جلسہ سالانہ 1918ء میں عرفان الٰہی پر سیدنا مصلح موعود کی طویل تقریر پر آریہ سماج کے اخبار ''پرکاش'' نے جو تبصرہ لکھا وہ بذات خود حضور کے صاحب شکوہ اور عظمت ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اخبار لکھتا ہے۔

''جلسہ میں خاص کشش کا باعث مرزا محمود احمد صاحب کے لیکچر تھے۔ ہمیں احمدی دوستوں کی عقیدت اور بردباری کی تعریف کرنی چاہیئے کہ مرزا صاحب کے لیکچر پانچ پانچ گھنٹے تک ہوتے رہے اور وہ سنتے رہے۔ آریہ سماج کے اندر بڑے سے بڑا دیا کھتا (لیکچرار) بھی یہ ہمت نہیں رکھتا کہ حاضرین کو پانچ گھنٹوں تک بٹھا سکے۔ یہاں تو لوگ ایک

گھنٹہ میں اکتا جاتے ہیں۔''

سیدنا حضرت مصلح موعود نے جس بے لوث طریق سے مسلمانوں کی مشکل اوقات میں راہنمائی فرمائی اس سے بھی آپ کا صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہونا عیاں ہوتا ہے۔آپ نے کتاب'' مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ'' لکھ کر دوقوموں کے تصور کو اجاگر کیا جس کی بناء پر پاکستان وجود میں آیا۔مدیر روزنامہ سیاست لاہور نے 2دسمبر 1930 میں آپ کے متعلق لکھا۔

''آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے۔نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے ،سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نقطہ نگاہ پیش کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے میں آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔''

☆......آزادی کشمیر کی تحریک؛ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے شاندار کردار ادا کیا۔بعد ازاں 14 اکتوبر 1947ء کو مظفر آباد میں حکومت آزاد جموں وکشمیر کا قیام عمل میں آیا جو آج تک قائم ہے وہ بھی آپ ہی کے مشورہ کے مطابق عمل میں آیا تھا۔چنانچہ ان دنوں میں ملکی پریس نے حضور المصلح الموعود کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا۔

''جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔''(۱۶)

نواب بہادر یار جنگ جو برصغیر کی ایک ممتاز شخصیت اور قائداعظم محمد علی جناح کے بہترین اور بے تکلف دوستوں اور گہرے رفقاء میں سے تھے' نے حضرت مصلح موعود سے ملاقات کے بعد ایک موقع پر کہا۔

''وہ اپنی زندگی میں دو شخصیتوں کی سیاسی بصیرت اور اعلیٰ دماغی صلاحیتوں سے متاثر تھے ایک حضرت امام جماعت احمدیہ اور دوسرے قائداعظم محمد علی جناح''(۱۷)

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر پاکستان کے مختلف مسائل اور ان کے حل کے موضوع پر حضور کا لیکچر سن کر اسلامیہ کالج کے ایک پروفیسر صاحب نے بے ساختہ کہا کہ:۔

''حضور کو تو پاکستان کا پرائم منسٹر ہونا چاہئے۔''(۱۸)

لیکن شاید یہ پروفیسر نہ جانتے تھے کہ حضور کو تو رب کائنات ابتداء ہی سے شکوہ وعظمت کے تاج سے سرفراز فرما چکا ہے،جس کے آگے یہ پرائم منسٹری ہیچ ہے۔

جیسا کے شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ سیدنا مصلح موعود کے صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہونے کا ذکر تو ہمیشہ چلتا

رہے گا اور ایک جہاں آپ کو یاد کرتا رہے گا۔ کچھ ایسے ہی جذبات کا منظوم اظہار ایک موقع پر محترم عبدالسلام اختر صاحب ایم۔اے نے کیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

اے فضل عمر! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

اسی دہر کا ہر پیر و جواں یاد کرے گا
اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا
پائے گا وہ خود اپنی زباں میں بھی لطافت
جو بھی تیرا انداز بیاں یاد کرے گا
اے صاحبِ اعجاز قلم۔ تجھ کو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کرے گا
ہر اہل سخن، اہل نظر، اہل تفکر
حسن نظر و فکر و بیاں یاد کرے گا
اے کوہ وقار! عظمتِ انسان کے پیکر
عظمت کو تیری کوہِ گراں یاد کرے گا
القصہ تیرے فیض تیرے جود و کرم کو
جو شخص جہاں ہوگا وہاں یاد کرے گا
(۱۹)

آخر پر اس صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت کی چند نہایت اہم نصائح اور دعائیں پیش ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

''میری آخری نصیحت یہ کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو۔'' (۲۰)

نیز فرمایا

''اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔ سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔ اسلام کی آواز پست نہ ہو۔ خدا کا نام ماند نہ پڑے۔ قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کراؤ۔ زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں ہوتے رہیں.........خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور۔ امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔ آمین'' (۲۱)

۱۔ رپورٹ مجلس مشاورت 1936 صفحہ 18-17
۲۔ سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 97-296
۳۔ تقریر جلسہ مصلح موعود 1944 بمقام لاہور۔ الفضل 18 فروری 1958 بحوالہ خالد دسمبر 1964ء
۴۔ سوچنے کی باتیں صفحہ 10
۵۔ تفسیر کبیر جلد نمبر 6 صفحہ 483
۶۔ تبلیغ حق صفحہ 65
۷۔ الفرقان دسمبر 1965ء جنوری 1966ء
۸۔ ''ایک خوفناک سازش'' صفحہ 196 مولفہ مظہر علی اظہر

۹۔ اخبار ''زمیندار'' 9 اکتوبر 1932

۱۰۔ اخبار ''پرتاپ'' لاہور۔ 16 مارچ 1923 بحوالہ سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 312

۱۱۔ سوانح فضل عمر جلد نمبر 2 صفحہ 319

۱۲۔ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 346

۱۳۔ اخبار ''پرتاپ'' لاہور 21 اکتوبر 1929ء بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ 371

۱۴۔ اخبار ''مشرق'' گورکھپور 15 مارچ 1923

۱۵۔ اخبار ''عادل'' دہلی 24 اپریل 1933ء بحوالہ الفرقان دسمبر 1965ء

۱۶۔ روزنامہ ''سیاست'' 18 مئی 1933ء

۱۷۔ تاریخ احمدیت جلد نہم صفحہ 44

۱۸۔ الفضل ''مصلح موعود نمبر'' 15 فروری 2000ء

۱۹۔ الفرقان دسمبر 1965

۲۰۔ الفضل 20 مئی 1959ء بحوالہ جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ۔

۲۱۔ الفضل 11 نومبر 1965ء بحوالہ جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ۔

☆☆☆

اعلان ولادت

اللہ تعالیٰ کے محض فضل و احسان سے معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مکرم سلیم الدین صاحب ابن مکرم چوہدری رشید الدین صاحب اور مکرمہ رشیدہ ارم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 01-10-2000 کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے، حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت بچی کا نام ''سطوت سلیم'' عطا فرمایا ہے، ادارہ خالد مبارک باد پیش کرتا ہے اور قارئین خالد سے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

اعلان ولادت

اللہ تعالیٰ کے محض فضل و احسان سے مہتمم صنعت و تجارت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مکرم نصیر احمد انجم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 11-10-2000 کو بیٹے سے نوازا ہے، حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت بچے کا نام ''مرغوب احمد'' عطا فرمایا ہے، نومولود مکرم میاں محمد حسین صاحب آف بستی شادی، صادق آباد کا نواسہ اور مکرم چوہدری عبد القادر صاحب آف سرگودہا کا پوتا ہے، ادارہ خالد مبارکباد پیش کرتا ہے اور قارئین خالد سے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو نیک اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

سالنامہ

قارئین خالد اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں کہ ماہِ دسمبر کا خالد سالنامہ ہوگا۔ نیز اس شمارے کی قیمت بیس روپے ہوگی۔

چوتھی و آخری قسط

سود

سود کے تباہ کن نقصانات اور ان کا حل

(مقالہ نگار مکرم چوہدری رشید الدین صاحب۔ مربی سلسلہ)

حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ منظم منصوبے اور ایک سکیم کے ماتحت یہ تبدیلی لانے کی کوشش کرے لیکن یہ تبدیلی آہستہ آہستہ ہوگی اس کے لئے درج ذیل تجاویز پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

ا۔ پہلی بات زکوٰۃ کی باقاعدہ وصولی ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعہ ایک کثیر رقم جمع ہوسکتی ہے۔ زکوٰۃ آمد کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اس کے علاوہ زکوٰۃ کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

☆۔ زکوٰۃ کی رقم سے حکومت مسافروں کی سہولت کے لئے نئی سڑکیں، ریلوے لائنیں اور پل وغیرہ تعمیر کرسکتی ہے۔ ہوائی، بحری اور بری ذرائع آمدورفت کو ترقی دے سکتی ہے۔ اس طرح حکومت کو جو رقم ان کاموں کے لئے سود پر لینی پڑتی تھی اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔

☆۔ زکوٰۃ سے دولت امیروں کے پاس جمع نہیں ہوگی بلکہ اس میں سے غرباء اور مساکین کو رقوم ملیں گی ان سے یہ لوگ مزید اشیاء خریدیں گے چیزوں کی مانگ بڑھ جائے گی اور تاجروں اور صنعتکاروں کے منافع زیادہ ہوجائیں گے اور صنعت خوب پھلے پھولے گی۔

☆۔ زکوٰۃ کی وجہ سے لوگ سرمائے کو کاروبار میں لگائیں گے۔ تاکہ سرمایہ پڑا پڑا ہی ختم نہ ہوجائے کاروبار بڑھنے کی وجہ سے روزگار میں اضافہ ہوجائے گا اور اس طرح بے روزگاری ختم ہونے میں مدد ملے گی۔

☆۔ سرمایہ پر زکوٰۃ لاگو ہونے کی وجہ سے لوگ اسے بڑھانے کے لئے کاروبار کریں گے اور سرمایہ گردش میں آجائے گا اور عوام بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے اس طرح لوگوں کی خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔

☆۔ سود کے ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر سود نہ دیا جائے تو لوگوں کو چونکہ قرض دینے میں کوئی فائدہ اور کشش نظر نہیں آتی اس لئے وہ قرض نہیں دیں گے۔ لیکن جب زکوٰۃ کا نظام رائج ہو تو پھر یہ بات نہیں رہتی کیونکہ اگر رقم سرمایہ دار کے پاس بیکار پڑی رہے تو اس پر چالیسواں حصہ یعنی 2.5 فیصد اسے زکوٰۃ دینی ہوگی لیکن اگر وہ رقم کسی کو قرض دے دے تو اس عرصہ میں اسے اس رقم پر زکوٰۃ نہیں دینی پڑے گی۔

اس نظام میں لوگ شوق سے مناسب آدمیوں کو قرض دیں گے۔

☆۔ سود کی آمدنی ختم ہونے سے اور سرمایہ پر زکوٰۃ دینے سے امیر سست اور نکمے نہیں رہیں گے بلکہ انہیں کوئی نہ کوئی کام کرنا پڑے گا۔

☆۔ غرباء کے دلوں میں امیر بھائیوں سے ہمدردی کے جذبات پیدا ہونگے اور معاشرہ میں محبت، امن اور سکون کی فضا پیدا ہو جائے گی۔

☆۔ زکوٰۃ سے انسان میں ایثار، قربانی، ہمدردی، شفقت اور فراخدلی جیسی عمدہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ سے ملکی معیشت ترقی کرتی

ہے۔ صنعت و تجارت چمک اٹھتی ہے اس سے زر گردش میں آ جاتا ہے۔ چند لوگوں کے پاس جمع نہیں رہتا اور عام لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں اور عوام خوشحال ہو جاتے ہیں پھر وہ زیادہ اشیاء خریدتے ہیں تو صنعتکاروں کا نفع بڑھ جاتا ہے وہ صنعتوں کو پھیلاتے اور مزید کارخانے قائم کرتے ہیں اس طرح ملک ترقی کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ میں سود کے نقصانات بھی نہیں اس سے ملک میں امن اور سکون کا ماحول قائم ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ ایک ایسی چیز ہے جو کہ سودی اور سرمایہ دارانہ نظام کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتی ہے۔

۲۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ جو لوگ سود خوری چھوڑنا چاہیں ان کے لئے حکومت سرمایہ کاری کی سہولتیں مہیا کرے اور انہیں کاروبار اور کارخانے قائم کرنے کے مواقع فراہم کرے۔

۳۔ سود خوری کو ترک کرنے کی ترغیب دلانے کے لئے حکومت کو چاہئے کہ مضاربت جس کی ایک صورت مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں ہیں کو ترقی دے اور عوام کو سود کی بجائے رہن کی طرف توجہ دلائے (اس وقت بھی بینک عام طور پر کوئی قیمتی چیز یا جائیداد وغیرہ رہن رکھ کر یا ان کی ضمانت پر قرضہ دیتے ہیں لیکن وہ فرق یہ ہوگا کہ پہلے وہ سود بھی لیتے تھے مگر اب وہ سود نہیں لیں گے)

۴۔ حکومت کو چاہئے کو عوام کو سود کی خرابیوں، اس کے برے اور تباہ کن اثرات سے آگاہ کرے اور اس کے بالمقابل (دین حق) کے معاشی نظام کی خوبیاں اور اس کے فوائد عوام پر واضح کرے۔ ان چیزوں کی بار بار اشاعت کی جائے۔ اخباروں اور پریس کے ذریعے بار بار یہ چیزیں پیش کی جائیں اور اس پر مضامین لکھے اور لکھوائے جائیں۔ اس طرح بتدریج ایک سازگار ماحول تیار ہو جائے گا۔ پھر عوام کو تلقین کی جائے اور انہیں ترغیب دلائی جائے کہ وہ سود کو چھوڑ دیں تلقین و ترغیب اور پراپیگنڈہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے اس سے عوام کے ذہنوں کو بدلا جا سکتا ہے اگر اس طریق سے اشتراکیت پھیل سکتی ہے تو (دینی) نظام بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ اس کے بعد حکومت سود کو بتدریج بند کر دے مثلاً یہ کہ شرح سود کو کم کرتی جائے اور چھوٹی رقموں پر سود کا لین دین ختم کر دے لیکن یہ چیز یک دم نہیں ہو سکتی بلکہ آہستہ آہستہ ہوگی اور اس کے لئے کئی سال درکار ہونگے۔

۶۔ سود ختم کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ بنکوں کا کاروبار بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے لئے حکومت کو چاہئے کہ ایسے چھوٹے چھوٹے ادارے (یا آپ انہیں بیت المال کی شاخیں کہہ لیں) قائم کرے جو کہ بینکوں کی بجائے یہ کام کریں اور عوام سے رقمیں وصول کریں اور انہیں ادائیگیاں کریں۔ سود نہ ملنے کی وجہ سے کچھ لوگ ان میں رقوم جمع نہیں کرائینگے۔ وہ ان سے کاروبار وغیرہ کرنے کی کوشش کریں گے اس طرح سرمایہ کاری بڑھے گی۔ کچھ لوگ جو کہ روزمرہ کی ضروریات کے لئے بنک میں رقم جمع کروایا کرتے تھے وہ اب بھی جمع کروائیں گے۔

بعض لوگ جو کاروبار نہیں کرسکتے وہ اپنا سرمایہ محفوظ رکھنے کے لئے اور حفاظت کے خیال سے ان اداروں یا بیت المال کی شاخوں میں جمع کروائیں گے۔

اس طرح گو بنکوں جتنی رقم تو اکٹھی نہیں ہو سکے گی لیکن اگر اس سے نصف بھی مل جائے تو وہ ایک کثیر رقم ہوگی اس میں سے عوام عام طور پر ایک تھوڑا سا حصہ نکلواتے ہیں باقی زیادہ تر رقم بینکوں میں پڑی رہتی ہے پھر جتنی رقم ایک شخص نکلواتا ہے دوسرا اتنی ہی رقم جمع کرواسکتا ہے گویا ایک خاص رقم ہر وقت بنکوں میں پڑی رہتی ہے۔ اس طرح بہت سی رقم مل جایا کرے گی جس سے حکومت فلاحی کاموں کے لئے قرض لے سکتی ہے اور اس رقم سے اور بھی کئی طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ شروع میں یہ باتیں نئی اور عجیب معلوم ہونگی لیکن جوں جوں انقلاب قائم ہوتا چلا جائے گا لوگوں کے نظریات میں تبدیلی آتی جائے گی۔

۷۔ بینک بند ہونے سے سرمایہ کاری میں لازماً کمی آجائے گی اس کمی کا ایک بہت بڑا حصہ تو زکوٰۃ کی وجہ سے عوام کی خوشحالی اور صنعت و حرفت کی ترقی سے پورا ہو جائیگا۔ لیکن پھر بھی شروع میں کچھ کمی فوراً ضرور آئے گی لوگ بڑے بڑے کارخانے اور بڑی بڑی فیکٹریاں قرض کے بغیر قائم نہیں کرسکیں گے۔ اس کے لئے حکومت کو یہ چاہئے کہ بڑے بڑے کارخانے اور بھاری صنعتیں وہ خود قائم کرے اور پھر ان کو چلا کر عوام کے سپرد کردے۔ جس طرح کہ حکومت نے ایوب خان کے زمانہ میں۔ P.I.D.C کے ذریعہ کیا تھا۔ بہرحال اس کام کو زیادہ ترقی دے کر یہ مقصد پورا ہو سکے گا۔

غرضیکہ ان اقدام کے ذریعہ حکومت نظام معیشت کو بدل سکتی ہے۔

آخر میں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ نقصانات کے باوجود امریکہ وغیرہ کس طرح ترقی کر گئے اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جو ترقی ان ممالک میں ہوئی ہے اس کا بہت بڑا حصہ تو سرمایہ کاروں کو ملتا ہے جو عوام کے لئے کچھ زیادہ فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ سود سے کچھ ترقی تو ضرور ہوتی ہے کیونکہ اس سے سرمایہ فراہم ہو جاتا ہے اور کارخانے وغیرہ قائم ہوسکتے ہیں لیکن اشیاء کی لاگت میں سود شامل ہو جانے سے ان کی قیمتیں کافی بڑھ جاتی ہیں ظاہر ہے کہ اگر سود نہ ہو تو اشیاء پر لاگت کم آئے گی وہ سستی ہونگی اور لوگ انہیں زیادہ مقدار میں خریدیں گے جس سے پیداوار

بڑھے گی اور صنعتیں زیادہ ترقی کریں گی۔ پس اگر سود نہ ہوتا تو جو ممالک ترقی کر چکے ہیں وہ کہیں زیادہ ترقی کرتے اور ان میں مہنگائی اس قدر نہ ہوتی۔ سود کی وجہ سے جو ترقی ہوتی ہے اس ترقی کے خمیر میں ہی تباہی کا بیج پوشیدہ ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ امریکہ کے ترقی کرنے کی وجہ صرف اور صرف سود نہیں بلکہ اور بہت سی وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ جنگ عظیم دوم کے بعد امریکہ نے شکست یافتہ ممالک سے بھاری تاوان جنگ وصول کیا اور اس کی مالی حالت مضبوط ہو گئی۔ دوسرے جو ممالک اس کے قبضہ میں آئے (مثلاً جرمنی و جاپان وغیرہ) ان کی صنعتوں کو کمزور کر کے اپنا مال وہاں فروخت کیا اور وہاں تجارتی منڈیاں قائم کر لیں۔ پھر امریکہ کے پاس معدنیات اور دیگر وسائل بہت ہیں۔ غرضیکہ اگر اندرون ملک ان کی تجارت و صنعت پر سود کی وجہ سے کچھ برا اثر پڑتا تھا تو اس سے کئی گنا زیادہ منافع انہوں نے دوسری وجوہات کی بدولت حاصل کر لیا اور ترقی کر گئے۔

فہرست کتب جن سے استفادہ کیا گیا

۱۔ احمدیت یعنی حقیقی (......)

۲۔ کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری

۳۔ اسلام اور سود از ڈاکٹر انور اقبال قریشی

۴۔ ابتدائی معاشیات از ڈاکٹر ایس ایم اختر

۵۔ تجارتی سود تاریخی اور فقہی نقطہ نظر سے از ڈاکٹر فضل الرحمٰن

☆☆☆

اردو رسائل زبان کی کس طرح خدمت کر سکتے ہیں

حضرت مصلح موعودؓ نے ''اردو رسائل زبان کی کس طرح خدمت کر سکتے ہیں'' کے عنوان سے ایک نہایت ہی دلچسپ اور پُر مغز مضمون تحریر فرمایا جو کہ ''ادبی دنیا'' میں مارچ 1931 کو شائع ہوا۔ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

اردو زبان کی بڑی دقتوں میں سے ایک دقت یہ ہے کہ اس کی لغت کتابی صورت میں پوری طرح مدون نہیں ہے اور نہ اس کے قواعد پورے طور پر محصور ہیں اور نہ مختلف علمی مضامین کے ادا کرنے کے لئے اصطلاحیں مقرر ہیں۔ مولوی فتح محمد صاحب جالندھری نے قواعد کے بارے میں اچھی خدمت کی ہے اور مولانا شبلی اور مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے کام کو جلا دینے میں حصہ لیا ہے۔ لغت کا کام مولوی نذیر احمد دہلوی نے کیا ہے۔ اور اصطلاحات کے لئے ہم عثمانیہ یونیورسٹی کے ممنون ہیں۔ انجمن ترقی اردو انہیں ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بہت کچھ کر رہی ہے۔ لیکن کام اس قدر ہے کہ کسی ایک شخص یا ایک انجمن یا ایک ادارہ سے یہ ہونا ناممکن ہے۔

اردو کے بہی خواہوں نے میرے نزدیک بعض مشکلات کو جو اردو زبان سے مخصوص ہیں نظر انداز کر دیا ہے۔ مثلاً

(۱)۔ وہ سب زبانوں میں عمر میں چھوٹی ہے۔ اگر وہ شاہی گود سے محروم تھی تو کیوں نہ اسے جمہوریت کی گود میں ڈال دیا گیا جس کی حفاظت شاہی حفاظت سے کسی صورت میں کم نہیں۔ بلکہ اصل بادشاہت تو اس کی ہے۔ اگر اس کی تربیت کے متعلق اختلاف تھا تو یہ صورت حال پیدا کرنے کی بجائے کہ جس کا بس چلا وہ اسے اپنے گھر لے گیا وہی کیوں نہ کیا گیا جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس وقت کیا تھا جب خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کے موقعہ پر حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھنے کے سوال پر مختلف قریش خاندانوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے ایک چادر بچھا دی اور اس پر حجر اسود اپنے ہاتھ سے رکھ کر سب قوموں کے سرداروں سے کہا کہ وہ اس چادر کے کونے پکڑ لیں۔ اور اس طرح سب کے سب اس کے اٹھانے میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ اسی طرح اگر اردو، سنسکرت اور عربی کی مشترک تربیت میں دے دی جاتی تو یہ جھگڑا ختم ہو سکتا تھا۔

ٹائپ کا سوال مختلف قسم کا سوال ہے لیکن اگر مذکورہ بالا باتوں کی طرف توجہ ہوتی تو بہت سے لوگ اسے حل کرنے کی طرف بھی مائل ہو جاتے۔ اور الحمد للہ اس وقت حیدر آباد میں بہت سے ارباب بصیرت اس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

میری ان معروضات کا مطلب یہ ہے کہ اردو کی ترقی کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں کہ ایک محدود جماعت کی دلچسپی کا مرکز بننے کی بجائے جمہور کو اس سے دلچسپی پیدا ہو۔ خالص علمی رسائل صرف منتخب اشخاص کی توجہ منعطف کرا سکتے

ہیں۔ اور زبانیں چند آدمیوں سے نہیں بنتیں خواہ وہ بہت اونچے پایہ کے کیوں نہ ہوں۔ قاعدہ یہ ہے کہ زبان عوام الناس بناتے ہیں اور اصطلاحیں علماء اردو بھی اس قاعدہ سے مستثنی نہیں ہوسکتی۔ پس اگر ہم اردو کی ترقی کے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ ہمارے ادبی رسالوں میں اس کے علمی پہلوؤں پر بحثیں ہوں تا کہ صرف پیش آنے والی مشکلات کے علاج کا ہی سامان نہ ہو بلکہ عوام الناس بھی ان تحقیقات سے واقف ہوتے جائیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی اردو رسائل کامیابی سے چل رہے ہیں۔ اگر ان رسائل میں چند صفحات مستقل طور پر اس بات کے لئے وقف ہو جائیں کہ ان میں اردو زبان کی لغت یا قواعد یا اصطلاحوں وغیرہ پر بحثیں ہوا کرینگی تو یقیناً تھوڑے عرصہ میں وہ کام ہوسکتا ہے جو بڑی بڑی انجمنیں نہیں کرسکتیں۔

اور بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جو نئی اختراعیں ہوں گی یا الفاظ کے استعمال یا قواعد زبان کے متعلق جو پہلو زیادہ وزنی معلوم ہوگا عام لوگ بھی اس کو قبول کرلیں گے۔

کیونکہ دلچسپ اردو رسائل میں چھپنے کی وجہ سے وہ سب مضامین ان کی نظروں سے بھی گذرتے رہیں گے۔ ہاں یہ مدنظر رہے کہ مضمون ایسے رنگ میں ہو کہ سب لوگ اسے سمجھ سکیں۔ اس قسم کے مضامین کی اشاعت کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہمارے ہندو بھائی بھی ان بحثوں میں حصہ لے سکیں گے اور اس میں کیا شک ہے کہ بغیر ان کی مدد کے ہم یہ کام نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اردو میں بہت سے لفظ سنسکرت اور ہندی بھاشا کے ہیں اور ان کی اصلاح یا ان میں ترقی بغیر ہندوؤں کی مدد کے نہیں ہوسکتی۔ ان کی شمولیت کے بغیر یا تو وہ حصہ زبان کا نامکمل رہ جائیگا۔ یا اسے بالکل ترک کرکے اس کی جگہ عربی الفاظ اور اصطلاحیں داخل کرنی پڑینگی اور یہ دونوں باتیں سخت مضر اور اردو کی ترقی کے راستہ میں روک پیدا کرنے والی ہونگی۔

اس تمہید کے بعد ایڈیٹر صاحب ادبی دنیا اور دوسرے ادبی رسائل سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ ان باتوں میں مجھ سے متفق ہوں تو اپنے رسائل میں ایک مستقل باب اس غرض کے لئے کھول دیں لیکن انہیں ان مشکلات کا بھی اندازہ کر لینا چاہئے جو اس کام میں پیش آئیں گی۔ مثلاً یہ کہ جو سوالات اٹھائے جائینگے انہیں حل کون کرے گا؟ بالکل ممکن ہے۔ کہ جواب دینے والے ایسے لوگ ہوں جن کا کلام سند نہ ہو یا جن کے جواب تسلی بخش نہ ہوں۔ یا کوئی شخص جواب کی طرف توجہ ہی نہ کرے۔ اگر صرف رسالہ کے ادارہ نے جواب دیئے تو پھر اول تو اصل مطلب فوت ہو جائے گا۔ دوم ممکن ہے کہ اس سے وہ اثر پیدا نہ ہوسکے۔ جو اصل مقصود ہے لہذا اس مشکل اور اس قسم کی دوسری مشکلات کے حل کے لئے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جو رسالہ اس تحریک پر عمل کرنا چاہے اس میں ایک ادبی کلب قائم کر دی جائے۔ ادارہ کی طرف سے متعدد بار تحریک کرکے رسالہ کے خریداروں کے نام ظاہر کریں جو خریدار مستند ادیب ہیں ان سے اصرار کرکے اپنا نام پیش کرنے کے لئے کہا جائے۔ ایسے تمام خریداروں کے نام ایک

رجسٹر میں جمع کر لئے جائیں۔ اور انہیں ادبی کلب کا ممبر سمجھا جائے چونکہ بالکل ممکن ہے کہ بہت سے ادیب اور علماء جن کی امداد کی ضرورت سمجھی جائے رسالہ کے خریدار نہ ہوں۔ اس لئے ایسے لوگوں کی ایک فہرست تیار کی جائے۔ اور رسالہ کے مستطیع خریداروں کی امداد سے ان کے نام رسالہ مفت ارسال کیا جائے۔ اور ان کے نام اعزازی ممبر کے طور پر کلب کے رجسٹر میں درج کر لیے جائیں۔

تمام ممبروں سے امید کی جائے کہ جب کبھی کوئی سوال (۱) اردو لغت کے متعلق۔ (۲) نحوی قواعد کے متعلق (۳) بعض علمی خیالات کے ادا کرنے میں زبان کی دقتوں کے متعلق (۴) محاورات کے متعلق (۵) تذکیر و تانیث اور جمع کے قواعد کے متعلق (۶) پرانی اصطلاحات کی تشریح یا نئی اصطلاحات کی ضرورت کے متعلق پیدا ہو تو بجائے خود حل کر کے خود ہی اس سے لطف حاصل کرنے کے وہ اس سوال کو رسالہ کے ادبی کلب کے حصہ میں شائع کرائیں۔ خواہ اپنا حل بھی ساتھ ہی لکھ دیں یا خالی سوال ہی لکھ دیں۔

ان سے یہ بھی امید کی جائے کہ جب کوئی ایسا سوال شائع ہو تو وہ اس کا جواب دینے کی کوشش کیا کریں۔

ملک اردو علم و ادب کے لحاظ سے چند حلقوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً (۱) دہلی اور اس کے مضافات (۲) لکھنؤ اور اس کے مضافات (۳) پنجاب (۴) رامپور اور اس کے مضافات (۵) بھوپال اور اس کے مضافات (۶) آگرہ اور اس کے مضافات (۷) اعظم گڑھ اور الہ آباد اور اس کے مضافات (۸) بہار (۹) حیدر آباد۔

اس طرح علمی لحاظ سے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(۱) اسلامی یعنی عربی اور فارسی اثر۔

(۲) ہندو یعنی سنسکرت اور ہندی بھاشا اثر۔

جب سوالات رسالہ کے دفتر میں آئیں تو انہیں مختلف سوالات میں تقسیم کر دے مثلاً جو سوال کسی لفظ کے استعمال اس کی شکل۔ اس کی تذکیر و تانیث کے متعلق ہوں انہیں ایک جگہ جمع کر کے شائع کرے اور ان کے متعلق مذکورہ بالا حلقوں کے احباب سے درخواست کرے کہ وہ نہ صرف اپنی علمی تحقیق بتائیں بلکہ یہ بھی بتائیں کہ ان کے علاقہ میں وہ لفظ اردو میں استعمال ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو کس شکل میں۔ اور کن کن معنوں میں؟ اس طرح دو فائدے حاصل ہونگے ایک تو اس امر کا اندازہ ہو جائے گا کہ اس خاص لفظ یا محاورہ کے متعلق اردو بولنے والوں کی اکثریت کس طرف جا رہی ہے۔ اور اس سے اردو کی ترقی کی رو کا اندازہ ہو سکے گا۔ دوسرے علمی تحقیق بھی ہو جائیگی اور پڑھنے والوں کی طبائع فیصلہ کر سکیں گی کہ اس بارہ میں اردو کے حق میں کونسی بات مفید ہے۔ آیا تحقیق کی پیروی کرنی چاہئے یا غلط العام کی تصدیق کہ یہ دونوں باتیں اپنے اپنے موقع پر زبان کے متعلق بحث ہوا گر سنسکرت یا ہندی بھاشا اس کا ماخذ ہو تو اس کے علماء کو اور عربی فارسی ماخذ ہو تو اس کے علماء کو اس پر روشنی ڈالنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اس طرح اور بہت سی تقسیمیں کی جاسکتی ہیں جو اس کلب کو زیادہ

دلچسپ بنانے کا باعث ہو سکتی ہیں کلب کا کام فیصلہ کرنا ہو بلکہ ہر پہلو کو روشنی میں لانا ہو۔

اسی طرح جدید اصطلاحات کی ضرورتوں کو کلب کے صفحات میں شائع کیا جائے اور بحث کی طرح اس طرح پر نہ ڈالی جائے کہ خالص عربی یا خالص سنسکرت اصطلاحات لے لی جائیں بلکہ تحریک یہ کی جائے۔ کہ وہ خیال جس کے ادا کرنے کی ضرورت پیدا ہوئی ہے۔ اس کے متعلق کلب کے ممبر پہلے یہ بحث کریں کہ اس خیال کا کس اردو لفظ سے متعلق ہے۔ پھر یہ دیکھا جائے کہ وہ لفظ کس زبان کا ہے اور آیا اس لفظ سے جدید اصطلاح ہو تو پھر اس زبان کے ماہروں سے درخواست کی جائے کہ وہ اس کے متعلق اپنا خیال ظاہر کریں۔ کیونکہ جس زبان کا لفظ ہو اس کے ماہر اس کے صحیح مشتقات پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔

ممکن ہے یہ خیال کیا جائے کہ اردو رسائل کے ادارے تو پہلے ہی بوجھوں تلے دبے بڑے ہیں وہ اتنی پیچیدہ سکیم پر کس طرح عمل کر سکتے ہیں۔ لیکن اول تو یہ سکیم عمل میں اس قدر پیچیدہ اور توجہ طلب نہ ہوگی جس قدر کاغذ پر نظر آتی ہے۔

دوسرے اس قسم کے کلب جیسا کہ یورپ کا تجربہ ہے ہمیشہ رسائل و اخبارات کی دلچسپی کا تجربہ ہے ہمیشہ رسائل و اخبارات کی دلچسپی اور خریداری بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں اس لئے جو رسالہ اس کام کو شروع کرے گا وہ میرے نزدیک مالی پہلو سے فائدہ میں رہے گا۔ تیسرے یہ بھی ضروری نہیں کہ فوراً اس ساری سکیم پر عمل کیا جائے ہو سکتا ہے کہ کلب جاری کر کے صفحات مقرر کئے بغیر اور اس طرح مضامین تقسیم کئے بغیر جس طرح میں نے بیان کیا ہے کام شروع کر دیا جائے۔ پھر جوں جوں ادارہ اور کلب کے ممبروں کو مشق ہوتی جائے کام اصول کے ماتحت لایا جائے تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے اور بس۔ ادبی دنیا کے لئے اور اگر کوئی اور رسالہ اس تحریک پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ضرورت ہو تو میں اس بحث کو واضح کرنے کے لئے اور اس تحریک سے لوگوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے بشرط فرصت اور مضامین بھی لکھ سکتا ہوں۔''

(رسالہ ادبی دنیا مارچ ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۸)

(بحوالہ ذکر اردو۔ اردو کانفرنس 1964)

انتخاب

آسان اُردو

(ڈاکٹر عبدالحق)

مرزا غالب کا شعر ہے۔

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

مرزا غالب کی مشکل پسندی مشہور ہے اور جب اس کی شکایت بہت بڑھ چکی تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا۔ یہ عذر تو ایک لطیفہ ہے لیکن عام شکایت کا اثر یہ ہوا کہ وہ سچ مچ آسان کہنے لگے اور آسان بھی ایسا کہ اس کا جواب نہیں۔ ان کی شہرت اور مقبولیت اسی آسان کلام پر ہے۔ آج مجھے بھی آسان لکھنے کی التجا کرنی پڑی ہے۔ خدا کرے اس کا نتیجہ بھی حسب مراد نکلے۔

یہ واقعہ ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ اس کا ذکر میں نے اس لئے کیا تھا کہ اردو کے اس نئے دور میں پھر ویسے آثار پیدا ہو چلے ہیں۔ ہماری زبان پر ایک اور وقت بھی ایسا ہی آیا تھا۔ اس بدعت کا آغاز لکھنؤ میں ہوا۔ جدت پسندی کے شوق میں لکھنؤ کے شاعروں اور ادیبوں نے ایسے مشکل اور ثقیل فارسی عربی کے لفظ اپنے کلام میں داخل کرنے شروع کر دیئے تھے کہ عام فہم محاورے عامیانہ قرار دے کر متروک کر دیئے گئے۔ یہ معیار شرافت وثقافت سمجھا جاتا تھا۔ تحریر ہی میں نہیں۔ بات چیت میں بھی یہ شان پیدا ہو گئی تھی۔ اپنی علمیت جتانے کے لئے یہ لوگ عجیب طرح کی زبان بولنے لگے تھے۔ ایک زمانہ میں یہاں کوئی ہائی کورٹ میں لکھنؤ کے ایک صاحب علم میر مجلس تھے۔ ایک دن میں یونہی ان سے ملنے گیا۔ مزاج پوچھا تو فرمایا ''صدر پر انصبابِ نوازل ہے''۔ آپ سمجھے کیا کہا۔ غزل جس کی زبان سبک فصیح اور عام فہم ہوتی ہے وہ بھی اس کی زد سے نہ بچی اور اس میں بھی وہاں کے شاعروں نے ایسے ثقیل اور نامانوس عربی فارسی لفظ لکھنے شروع کر دیئے جو کسی طرح ان کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میں مثالیں پیش کر کے آپ کی سمع خراشی کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا اب بھی کچھ نہ کچھ اثر باقی ہے۔

بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ایک غریب آدمی حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی کے مطب میں آیا۔ اس کے گھٹنے میں درد تھا۔ حکیم صاحب نے معائنہ کے بعد کہا۔

''حلتیت کا ضماد کرو''۔ وہ بیچارہ ہکا بکا ہو کر ان کا منہ دیکھنے لگا۔ اب کے حکیم صاحب نے ذرا ڈانٹ کر کہا حلتیت کا ضماد کرو۔ وہ خاک نہ سمجھا اور اسی طرح انہیں دیکھتا رہا۔ اس پر حکیم صاحب نے مولوی عبدالحلیم شرر صاحب سے

جوان کے پاس بیٹھے تھے فرمایا کہ یہ کیسا جاہل گنوار ہے کہ بات نہیں سمجھا۔ خیر وہ تو ایک گنوار تھا' آپ معاف فرمائیں گے۔ اگر میں اس تقریر سننے والوں سے یہ پوچھوں کہ آپ میں سے کتنے ہیں جو اس کا مطلب سمجھے۔ اگر حکیم صاحب معمولی زبان میں یہ کہہ دیتے کہ ''بھئی ہینگ کا لیپ کرو''۔ تو کیا ان کی شان میں جھتے پڑ جاتے ہیں۔ ان کی حکمت و حذاقت میں فرق آ جاتا؟ مگر نہیں وہ طب کے علمی الفاظ اور اصطلاحات کو عام بول چال میں بیان کرنا اپنے فن کی توہین اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اگر عام بول چال میں یہ باتیں آ گئیں تو شان کہاں رہی۔

یہی حال مولویوں کا ہے۔ وہ تقریر' وعظ بیان میں موٹے موٹے عربی یا فارسی کے لفظ اور جملے کے جملے مزے لے لے کر بلا تکلف کہتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ یہ جانتے ہوں کہ سننے والوں میں سے بہت سے ایسے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ گو نہ سمجھتے ہوں لیکن دل میں سب قائل ہیں کہ یہ بڑا مولوی اور بہت بڑا عالم ہے۔ مرعوب کرنے کا یہ بہت اچھا گر ہے۔

سرسید احمد خاں نے جہاں اور بہت سی بدعتوں کو توڑا جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔ سرسید کی سادہ نویسی مشہور ہے۔ مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کہا کرتے تھے۔ میں اپنے خیالات ایسی زبان میں ادا کرنا چاہتا ہوں جسے گھر کی ماما اور سائیس بھی سمجھ لے اور انہوں نے یہ کر دکھایا۔ سنجیدہ اور علمی مضامین میں انہوں نے بڑی ستھری اور آسان زبان میں لکھے ہیں اور بعض وقت انہیں سادہ الفاظ اور فقروں کے صحیح استعمال میں وہ قوت اور دلکشی پیدا کر دی ہے کہ جو بڑے بڑے الفاظ اور جملوں سے ممکن نہیں۔ جس زمانے میں مولانا شبلی حیدر آباد میں مقیم تھے۔ میں ایک روز ان سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ برآمدے میں ٹہل رہے ہیں (اس زمانے میں علم الکلام لکھ رہے تھے) میں نے پوچھا کہ کس فکر میں ہیں۔ فرمایا الہام و وحی کے موضوع پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ سرسید نے بھی اس پر لکھا ہے۔ لکھا کیا ہے مسئلہ کو پانی کر دیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ کیا پیرایہ اختیار کروں۔

ہم کیوں لکھتے ہیں اس لئے تا کہ ہمارے خیالات دوسروں تک پہنچیں اور لوگ اس سے مستفید ہوں' تو جتنی زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ ہماری تحریر کو پڑھیں گے اُسی نسبت سے اس کا فائدہ بھی زیادہ ہوگا اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب تحریر آسان زبان میں ہو اور ایسے پیرائے میں لکھی گئی ہو کہ لوگ اسے شوق سے پڑھ سکیں۔ اگر مشکل زبان ہو تو اصل مقصد فوت ہو جائے گا اور اسے مقبولیت حاصل نہ ہوگی۔ اگر آپ دنیا کے ایسے ادیبوں کی فہرست بنائیں جنہیں قبولِ عام حاصل ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں یہ عزت انہیں کو ملی ہے جنہوں نے اپنے خیالات آسان اور شگفتہ زبان میں ادا کئے ہیں۔

ہم آسان اس لئے نہیں لکھتے کہ آسان لکھنا

آسان ہے بہت مشکل ہے۔ اوّل تو لکھنے والے کو زبان پر پوری قدرت ہو۔ دوسرے جس خیال کو وہ ادا کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ذہن میں اس قدر صاف اور روشن ہو اور اس کا ہر پہلو اس قدر رچا ہوا ہو کہ اب ہم لکھنے بیٹھیں تو صفحۂ کاغذ پر موتی کی طرح ڈھلکتا ہوا نظر آئے۔ جب خیال خود ہی ہمارے خیال میں سلجھا ہوا نہیں ہوتا تو بیان بھی مبہم اور تاریک ہوتا ہے۔ اور اس وقت مشکل الفاظ اور پیچیدہ طرز بیان کی آڑ لینی پڑتی ہے۔ اس میں لفظ کے صحیح استعمال کی بڑی اہمیت ہے۔ ہر ادیب کو یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ کون سا لفظ کب اور کہاں استعمال کیا جائے۔ لفظ میں بڑی قوت ہے۔ صحیح لفظ صحیح مقام پر جادو کا اثر رکھتا ہے۔ بعض وقت اچھے اچھے ادیبوں کو لکھتے وقت صحیح لفظ نہ ملنے پر بڑی الجھن ہوتی ہے۔ ایک لفظ آتا ہے وہ اسے رد کرتا ہے۔ دوسرا آتا ہے اسے بھی ہٹا دیتا ہے۔ تیسرا آتا ہے وہ بھی پسند نہیں آتا۔ آخر اسی ردوبدل میں جب اسے صحیح لفظ مل جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے جیسے گھٹا میں سے چاند نکل آیا جو اس گُر سے واقف نہیں اور صحیح لفظ کی قوت کو نہیں جانتے۔ وہ اپنے لفظ ایچ پیچ اور ہیر پھیر سے کئی جملوں میں ادا کرتے ہیں۔ پھر بھی اس میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ جو صحیح لفظ صحیح مقام پر اپنی جادو بیانی سے پیدا کرتا ہے۔

(نقوش طنز و مزاح نمبر صفحہ 468,467)

☆☆☆☆☆

مقابلہ معلومات نمبر 1

پیارے ساتھیو! آپکی خدمت میں مقابلہ معلومات نمبر ا کا رزلٹ پیش ہے، اس مقابلہ کے جواب 16 خدام نے بھجوائے۔

ان میں سے صرف دو ایسے خدام تھے جنہوں نے ایک غلطی کی، اور وہ ہیں مکرم نادر محمود صاحب صدر جنوبی ربوہ اور مکرم محمد اسلم ہرل صاحب گولبازار ربوہ (ان کا انعام ان تک پہنچایا جا رہا ہے)، اسکے علاوہ چودہ خدام کے نام درج ذیل ہیں جنکی ایک سے زیادہ غلطیاں تھیں۔ مکرم لقمان احمد ساجد بشیر آباد ربوہ، عبدالوحید بھٹی بشیر آباد ربوہ، مظفر احمد شہزاد ربوہ، راشد نسیم محمود آباد فارم عمرکوٹ، فقیر احمد سرائے سدھو، سلیم احمد کاشف 170/10R ضلع خانیوال، عبدالستار خانیوال، رحمت الحق منصور رحمان کالونی ربوہ، خاور احمد قادر نصیر آباد ربوہ، سعید احمد ڈیفنس کراچی، سید نوید احمد ڈیفنس کراچی، عبدالوحید بھٹی اقامۃ الظفر وقفِ جدید ربوہ، عطاء القدوس خان باب الابواب ربوہ، طارق محمود بھٹی پنڈی بھٹیاں۔

☆☆☆☆☆

سوالات

۱۔ ''میسوپوٹیمیا'' Mesopotemia کس علاقے کی تہذیب کا نام ہے؟

۲۔ امسال جن نئے ممالک میں احمدیت کا پودا لگا ہے ان میں سے 6 ممالک کے نام بتائیں؟

۳۔ امسال جلسہ سالانہ برطانیہ میں شرکت کرنے والے نو احمدی بادشاہ (King of Kings) کا تعلق کس ملک سے ہے؟

۴۔ "Macbeth" کس کا مشہور ڈرامہ ہے؟

۵۔ انقلاب فرانس کس سن میں ہوا؟

۶۔ پہلے شہید احمدیت کا نام بتائیں؟

۷۔ حضرت خدیجہؓ کے علاوہ حضورؐ کی اولاد کس کس زوجہ محترمہ سے ہوئی؟

۸۔ ''قصیدہ بردہ'' سے کیا مراد ہے؟

۹۔ غالب کے اس شعر کو مکمل کریں۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

اے خدائے بزرگ و برتر تو اس سال 4 کروڑ سے زائد بیعت کرنے والے افراد کو استقامت عطا فرما۔

پیارے آقا اور تمام افرادِ جماعت کی

خدمت میں

مبارکباد

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ قیادت القمر سرگودھا شہر

***

’’مجلس خدام الاحمدیہ میں جو بھی شامل ہو وہ اقرار کرے کہ میں آئندہ یہی سمجھوں گا کہ احمدیت کا ستون میں ہوں اور اگر میں ذرہ بھی ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو میں یہ سمجھوں گا کہ احمدیت پر زد آ گئی‘‘۔

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ
الشّمس سرگودھا شہر

***

WITH THE COMPLIMENTS

FROM

QUAID MAJLIS &
MEMBERS MAJLIS-E-AMLA

MAJLIS KHUDDAM UL AHMADIYYA

DEFENCE KARACHI

* BITULASTIC SYSTEMS

THE STRONGEST & LASTING SEAMLESS

WATERPROOFING FOR THE 90'S

(and beyond)

TOTAL EFFECTIVENESS

against torrential rains.
A new concept in waterproofing which will last with the life of your building.

NEW
SCIENTIFICALLY PROVEN PRODUCT
Already field tested on 20 lacs sq.ft. area

- ADVANCED TECHNOLOGY IN SEAMLESS WATERPROOFING means existing Bitumen Felt Systems are outdated.
- It is a FLEXIBLE MEMBRANE which expands & contracts with the change in heat.
- No sag, no crack, no lack of adhesion when exposed to temperature between -30 C to + 150 C.
- It is SULPHATE RESISTANT; excellent CURING & DAMP-PROOFING AGENT when applied on green masonary/foundations.
- It is fully reinforced with a new concept NYLON MATTING.
- Applied by our own HIGHLY TRAINED TEAMS.
- Free advice for your problems concerning DAMP-PROOFING, WATER-PROOFING, SEALING & INSULATION of buildings & protection of IRON & STEEL STORAGE TANKS & STRUCTURES against corrosion.

EXPECTED LIFE 25 YEARS

Pioneer in the field of SEAMLESS WATER-PROOFING COATINGS &
the largest manufacturer of a complete range of Asphalt & Coal Tar products.

ASPHATAR INTERNATIONAL (PVT) LTD
Consulting Engineers, Manufacturers & Suppliers of Protective Coatings
Registered Office & Factory Site. 756/12/1 Hub Chowki, Distt: Lasbella
Mail Address : 9-B, South Central Avenue, Defence Housing Society, Karachi. Tel :548049 - 5880947

* BITULASTIC is a registered trade mark : BEWARE of immitation - FAX : 5889947

محبوب امام کی صحت و سلامتی اور درازئ عمر اور آپ کی جملہ دعاؤں کی جلد قبولیت کے لئے

دعا گو

اراکین مجلس عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ گلشنِ اقبال

ضلع کراچی

آسماں میرے لئے تونے بنایا اِک گواہ

عالمی بیعت اور کروڑوں افراد کی جماعت احمدیہ میں شمولیت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

دعا گو

اراکین مجلس عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ کورنگی

ضلع کراچی

پلیئر ہاؤس

ہمارے ہاں کھیلوں کے سامان کی

مکمل اور معیاری ورائٹی دستیاب ہے۔

پروپرائیٹر:۔ ظفر احمد ظفر

رشید پلازہ چوک شہیداں میر پور AK

فون:۔ 45988

آسماں سے چلی توحید خالق کی ہوا
دِل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار
اس قدر نفرت کہاں ہوتی ہے اِک کذاب کی
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار

احباب جماعت کو عالمی بیعت اور جماعت احمدیہ کی ترقیات مبارک ہوں۔ آمین

منجانب

قائد وممبران عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ میر ابھڑکا

ضلع میر پور آزاد کشمیر

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کوٹری کے سب اراکین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

منجانب

ممبران مجلس خدام الاحمدیہ

کوٹری سندھ

حضور انور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو اِمسال عظیم فتوحات حاصل ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

منجانب

قائد مجلس و اراکین عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ نسیم آباد

ضلع عمر کوٹ سندھ

جلسہ سالانہ UK کے کامیاب انعقاد

پر احباب جماعت کو مبارکباد پیش

کرتے ہیں

صفدر موٹر ورکشاپ

رسول روڈ۔ نزد قینچی موڑ

منڈی بہاؤالدین

✲✲✲✲✲

اللہ تعالیٰ حضور اقدس کو صحت سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور جماعت کو ترقیات سے نوازتا چلا جائے۔ کروڑوں افراد کے جماعت میں شامل ہونے پر احباب جماعت کو دلی مبارکباد قبول ہو۔

منجانب

قائد مجلس وارا کین عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد

ضلع عمر کوٹ سندھ

شاھد کاسمیٹکس

اینڈ گفٹ سینٹر

ہمارے یہاں گفٹ' ہوزری' امپورٹیڈ پرفیوم' اور کاسمیٹکس بازار سے بارعایت دستیاب ہے۔

پروپرائٹرز:۔ خالد محمود ناز۔ مظفر الاسلام عاصی

دکان نمبر 45' بلدیہ شاپنگ سینٹر میر پور خاص

✲✲✲

محسن فرائیڈ چکن

اینڈ ریسٹورنٹ

پاکستانی۔ انگلش

اور چائنیز کھانوں کا عمدہ معیار

پروپرائٹر۔ رضوان احمد چوہدری

علامہ اقبال روڈ۔ غازی بلڈنگ' ٹانگی

میر پور آزاد کشمیر

✲✲✲

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اللہ تعالیٰ حضور اقدس کو صحت وسلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور آپ کے ذریعہ

جماعت احمدیہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات سے نوازتا چلا جائے (آمین)

منجانب:۔ مجلس خدام الاحمدیہ نارتھ کراچی

******

ساتویں سالانہ علمی مقابلہ جات

چند مناظر

MONTHLY **KHALID** C .NAGAR

PL # 139 EDITOR: SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAZ NOVEMBER 2000
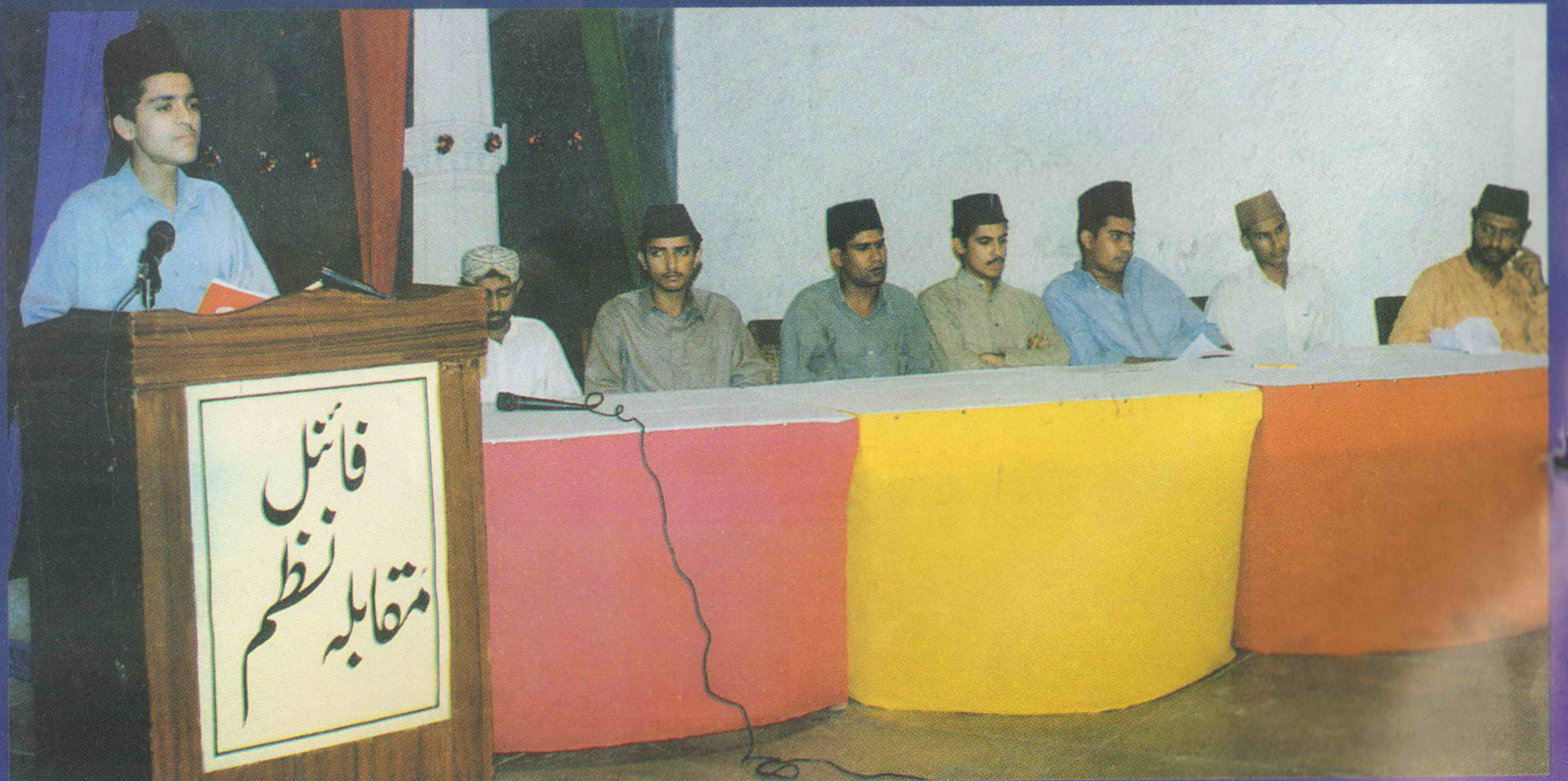
مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی انعامات تقسیم فرماتے ہوئے